عبدالقدوس ہاشمی

کتابت اور سامانِ کتابت

ہمارے اس مختصر سے مضمون کا عنوان ہے "کتابت اور سامانِ کتابت"۔ ظاہر ہے کہ اس مختصر سے مضمون میں اس کی تمام تفصیلات کی گنجائش نہیں ہو سکتی، اس لیے بڑے اختصار ہی کے ساتھ اس وقت اس عنوان پر کچھ کہا جا سکتا ہے۔ اور جو کچھ کہا جاتے گا وہ بھی محدود ہو گا۔ مسلمانوں کے پاکستان میں آنے کے بعد سے اور اس ملک کی حد تک جسے آج پاکستان کہا جاتا ہے۔

ہمارے ملک میں مسلمانوں سے پہلے کیا سامانِ کتابت موجود تھا، اس کے متعلق ہماری معلومات اتنی محدود ہیں کہ انہیں تقریباً معدوم سمجھیے۔ پاکستان ہی نہیں بلکہ پورے برِصغیر میں کسی زبان کی تحریر یا کتاب ہمیں کاغذ پر لکھی ہوئی نہیں ملی ہے۔ سنسکرت یا دوسری مقامی زبانوں میں جو مذہبی کتابیں اور منفرد تحریریں ملتی ہیں وہ تاڑ کے پتے، بھوج پتر یا دھات اور پتھر کی تختیوں پر ملتی ہیں۔ اس لیے قیاس کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں سے پہلے اس ملک میں کاغذ نایاب یا کم از کم کمیاب ضرور تھا۔ پاکستان اور ہندوستان کے طول و عرض میں مجھے اب تک کوئی ایسی کتاب کاغذ پر لکھی ہوئی نہیں ملی جس کا زمانہ ساتویں صدی عیسوی سے قبل قرار دیا جا سکے۔

کاغذ اسلام سے پہلے عرب میں بھی کاغذ کے بنائے جانے کا کوئی نشان نہیں ملتا۔ لوگ ضروری باتیں خطِ عربی میں جو زمانہ مابعد میں خطِ کوفی کے نام سے مشہور ہوا، اونٹ کی چوڑی ہڈیوں پر، کھجور کی چھال پر اور چمڑے پر سیاہی سے لکھ لیا کرتے تھے لیکن یہ ثبوت مل جاتا ہے کہ عرب میں غالباً چین سے، وسط ایشیا سے اور مصر سے کاغذ درآمد ہوتا تھا۔ قرآن مجید میں اور بعض جاہلی قصیدوں میں لفظ القرطاس بمعنی کاغذ ملتا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ عرب نہ صرف القرطاس یعنی کاغذ سے واقف تھے بلکہ اپنی تحریری ضروریات کے لیے اسے استعمال بھی کرتے تھے۔ اگرچہ کاغذ کمیاب تھا اور بہت کم استعمال ہوتا تھا۔ مگر کسی نہ کسی قدر استعمال ہوتا تھا۔

اِسلام کے بعد جب تمدنی دَور آیا تو مسلمانوں نے جہاں اور بہت سی صنعتوں کی طرف توجہ کی وہاں کاغذ بھی بنانے لگے۔ مسلمانوں نے یہ کام غالباً سب سے پہلے بصرہ میں شروع کیا اور بالکل ابتدائی دَور ہی میں شروع کر دیا۔ دَورِ بنی امیہ ۴۱ھ (۶۶۱ء) تا ۱۳۲ھ (۷۴۹ء) میں کاغذ تمام دفتری ضروریات کے لیے استعمال ہونے لگا تھا اور اسی زمانہ میں مسلمان پہلے مکران و بلوچستان میں آئے اور اس کے بعد سندھ اور ملتان میں۔ اور یہ علاقے قلمروِ اسلامی میں شامل ہو گئے۔ اس طرح ان علاقوں میں بھی کاغذ سازی کا کام بڑے پیمانہ پر ہونے لگا۔ اور اس کے بعد روز بہ روز اس صنعت میں اضافہ ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ ملتان، سیالکوٹ اور سہون کاغذ سازی کے مرکز ہو گئے اور زمانۂ مابعد میں کشمیری کاغذ نے تو اپنی نفاست، مضبوطی اور صفائی میں خان بالیغ، سمرقندی اور اردلی کو بھی مات کر دیا۔ اگرچہ فارسی کے شاعر نے سمرقندی کاغذ کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے ؎

حبذا کاغذِ سمرقندی — صاف و مضبوط و قیتِ جُزبندی

خط بر و صاف و خوب می آید — پاک تر از عیوب می آید

اور اس طرح خان بالیغ کے بنے ہوئے کاغذ کی تعریف میں بھی بہت سے اشعار ملتے ہیں لیکن کشمیر میں صنعت کاغذ سازی نے اتنی ترقی کی اور اس قدر نفیس مضبوط اور اعلیٰ درجہ کے کاغذ کشمیر میں بننے کہ مصر کے اوراق بردی اور قرطاس قطنی، سمرقند کے کاغذ مُصفیٰ، اردل کے زرفشاں اور کاغذ قصبی، برہانپور کے بیرنگ شاہجہانی اور روبکاری، سب ہی اس سے کمتر قرار پائے۔

کشمیری ساخت کے جو کاغذ ہمیں ملتے ہیں وہ عموماً تین قسم کے ہیں:۔

اوّل، ریشمی کشمیری، یہ کاغذ ریشم کے تار نکالنے کے بعد جو پھوس بچ رہتا تھا اسے پانی میں پیس کر بنایا جاتا تھا اور اسی مناسبت سے اس کو ریشمی کشمیری کہتے ہیں۔ یہ ہلکا زردی مائل ہوتا ہے۔ باریک اور نہایت مضبوط ہوتا ہے۔ اس کو مہرے سے گھوٹ کر بہت چکنا اور چمکیلا بنا لیا جاتا تھا۔ یہ نمی کے اثر کو بہت دیر میں اور کم قبول کرتا ہے۔

دوم، حبشی کشمیری، درختوں کے نرم گودوں سے بنایا جاتا تھا۔ یہ دونوں طرح کا ملتا ہے۔ مہرے سے گھوٹ کر چکنا کیا ہوا جسے مسحوق کہتے ہیں اور بغیر گھوٹائی کے نسبتہً کھردرا سا، اس پر لکھی ہوئی تحریر پانی سے نہیں مٹتی۔ حروف کاغذ میں پی جاتے ہیں۔ اسے غیر مسحوق کہا جاتا ہے۔

سوم قلمی کشمیری - یہ پرانی روئی سے بنایا جاتا ہے کسی قدر موٹا کاغذ ہوتا ہے - رنگ خوب سفید نہیں ہوتا - مگر مضبوط ہوتا ہے اور بڑی مدت کے بعد بھی کمزور نہیں پڑتا - یہ بھی مسحوق اور غیر مسحوق دونوں قسم کا ملتا ہے -

روئی سے کاغذ لاہور، سیالکوٹ، منصورہ اور سہیون میں بھی بنتے تھے - بلکہ پنجاب کے اور کئی شہروں میں بنتے تھے چھوٹے پیمانے پر یہ صنعت پشاور اور زبیرون کوٹ (حیدرآباد سندھ) میں بھی موجود تھی -

عربی، فارسی اور اردو کی قلمی کتابوں میں یہ تمام قسمیں ملتی ہیں - ان کے علاوہ پاکستان میں وسط ایشیا سے اور ہندوستان سے بھی کاغذ کی بہت سی قسمیں درآمد ہوا کرتی تھیں - مجھے گوجرانوالہ میں یا لاہور میں لکھی ہوئی بعض ایسی قلمی کتابیں بھی ملی ہیں جو ارولی یا خان بالیغ کاغذ پر لکھی ہوئی ہیں - قرآن مجید کے نسخوں کی تیاری میں بہت زیادہ اہتمام کیا جاتا تھا - خطاطی، طلاکاری، موش دندان اور جدول سازی میں جہاں غیر معمولی اہتمام اور بے پناہ محنت صرف ہوتی تھی وہاں ان نسخوں کے لیے کاغذ کے انتخاب میں بڑی ژرف نگاہی سے کام لیا جاتا تھا - نویں صدی ہجری کے بعد سے قرآن مجید کے لیے عموماً کشمیری کاغذ کو ترجیح دی جاتی تھی - دنیا کے مختلف ممالک میں مخطوطات کے دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے - ان میں کاغذ کی بہت سی قسمیں میں نے دیکھی ہیں لیکن اب تک میرے علم میں ریشمی کشمیری اور ترکی کے قصبی کاغذ سے بہتر کوئی کاغذ نہیں آیا -

قلمی نوادر میں قرآن مجید کے ایسے بہت سے نسخے ملتے ہیں جو دو یا تین کاغذوں کو بذریعہ آہار (لئی) چپکا کر اور وصلی بنا کر لکھے گئے ہیں - میں نے بھی خطاطی سیکھنے کے زمانہ میں وصلیاں بنا کر مشق کی تھی - یہ بڑی محنت اور مہارت کا کام ہے - خصوصاً وصلیوں پر مہرہ کر کے ان کا چکنا کرنا کافی محنت و مہارت کے بعد ہی ممکن ہوتا ہے -

روشنائی | سامانِ کتابت میں دوسرا درجہ روشنائی کو حاصل ہے - پرانے قلمی نسخوں میں نہ صرف مختلف رنگوں کا اور تشجیر و طلا کا کام ملتا ہے بلکہ عام کالی روشنائی کی بھی بہت سی قسمیں ملتی ہیں - اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وقت و تجربہ کے ساتھ ساتھ اس کی ساخت اور خوبی میں اضافہ ہوتا رہا ہے - عام طور پر ہمارے ملک میں لکھے ہوئے قلمی نسخوں میں تین چار طرح کی کالی روشنائیاں زیادہ استعمال ہوئی ہیں -

۱- حنطمی، حنطہ عربی زبان میں گیہوں کو کہتے ہیں - میم کا اضافہ زائد ہے اور یاء برائے نسبت یعنی گیہوں کی روشنائی - یہ گیہوں کو جلا کر بنائی جاتی تھی - اس کا رنگ سیاہ سرخی مائل ہوتا تھا - کبھی کبھی اس

میں ذرا سا کاجل ملا کر اسے سیاہ کر لیا جاتا تھا۔ یہ روشنائی چمکدار اور پختہ ہوتی ہے اور نمی کے اثر کا اچھا مقابلہ کرتی ہے۔

۲۔ برنجی۔ یہ چاول سے بنتی ہے۔ اس میں گوند نہیں ڈالا جاتا۔ چمکدار سُرخ سیاہی مائل ہوتی ہے۔ اس میں یہ خوبی ہوتی ہے کہ وصلی یا تختی پر سے گرم یا ٹھنڈے پانی کے ذریعہ دھو ڈالیے تو کوئی داغ نہیں رہتا۔ عام طور پر وصلی پر آہار چڑھا کر برنجی روشنائی سے لکھتے ہیں اور پھر گرم پانی سے دھو کر وصلی کو سکھا لیتے ہیں۔ اس طرح ایک ہی وصلی پر کئی مشقیں ہو سکتی ہیں۔

۳۔ صمغ دودی۔ یہ کاجل، پھٹکڑی، مازو پھل اور ببول کے گوند سے بنائی جاتی ہے اس کا نسخہ ایک فارسی شعر میں اس طرح بیان کیا گیا ہے ؎

ہم سنگ دو دزاج است، ہم سنگ ہر دو مازو
ہم سنگ ہر سہ صمغ است، انگاہ زورِ بازو

یہ روشنائی چمکدار، دیرپا اور نہایت اعلیٰ درجہ کی سیاہ ہوتی ہے۔ اس سے حروف کی نوک پلک بہت نازک اور خوبصورت بنتے ہیں۔ اس روشنائی میں ایک خوبی یہ بھی ہوتی ہے کہ سیکڑوں سال تک اس کی چمک دمک میں فرق نہیں آتا، لیکن نمی کا اثر اس پر حنظلی سے زیادہ ہوتا ہے۔

۴۔ سندانی۔ یہ کاجل اور گوند ببول کو سندان پر کوٹ کر بنائی جاتی ہے اس لیے سندانی کہلاتی ہے۔ اس میں صاف پانی کے علاوہ صرف دو چیزیں ہوتی ہیں۔ ایک کاجل اور دوسرا ببُول کا گوند۔ روانی کے لیے حسبِ ضرورت نمک یا گاڑھا کرنے کے لیے گُڑ بھی کبھی کبھی ڈال دیتے ہیں۔ اس میں کسی قدر چمک بھی ہوتی ہے مگر یہ روشنائی کچھ بہت زیادہ دیرپا نہیں ہوتی۔ امتدادِ زمانہ سے اُڑ جاتی ہے۔

سیاہ روشنائی کے علاوہ اور دوسرے رنگوں کی روشنائیاں بھی قلمی کتابوں استعمال ہوئی ہیں۔ دسویں صدی ہجری تک سُرخی کے لیے عموماً شنجرف یا سیندور استعمال ہوتا رہا ہے۔ اس کے بعد سُرخ مٹّی سے روشنائی بنا لینے کا طریقہ رائج ہو گیا ہے۔ باقی سبز، زرد، نیلی، طلائی، نقرئی، لاجوردی روشنائیاں مختلف قسم کی معدنی اشیاء سے تیار کی جاتی تھیں۔ سفید کسی قدر اُبھرے ہوئے حروف جو بعض مخطوطات پر دکھائی دیتے ہیں وہ عموماً سفیدہ کاشغری کو گوند میں حل کر کے لکھے گئے ہیں۔

قلم سامانِ کتابت کے سلسلہ میں تیسری ضروری چیز قلم ہے۔ اہلِ فن کے نزدیک قلم کو جو اہمیت حاصل

ہے وہ اس شعر سے حاصل ہے کہ ؎

قلم گوید کہ من کاہِ جہانم　　قلم کش را بدولت می رسانم

قلم زمانہ تا یادگار سے سرکنڈوں سے لے کر سونے چاندی تک کے بنائے جا رہے ہیں۔ پھر اس کی زیبائش و آرائش کا کیا کہنا۔ چڑیوں کے بڑے پر اور ساہی کے کانٹے سے بھی قلم بنتے تھے۔ دھات کی نبیں بھی بنتی تھیں بلکہ صاعد بن حسن ساعد متوفی تقریباً ۴۷۵ھ نے القلم المداد (یعنی فاؤنٹین پن) بھی ایجاد کر لیا تھا اور ہر جگہ یہ استعمال بھی ہوتا تھا مگر قلم کی یہ ساری قسمیں ان ہی میں مقبول تھیں جنہیں صرف دستخط کرنے یا دو چار سطریں لکھنے کی ضرورت پڑتی تھی۔ کاتبوں اور خطاطوں میں دھات کی نب یا قلم مداد کو قبولیت حاصل نہیں تھی۔ نہ ان سے خوبصورت حروف لکھے جا سکتے تھے اور نہ گوند والی روشنائیوں کے لیے ایسے قلم کارآمد ہوتے تھے۔ خوش نویسوں میں عموماً سرکنڈوں کے قلم مستعمل تھے جن کی سب سے اچھی قسم سُرخ اور سخت سرکنڈوں سے بنائی جاتی تھی۔ یہ سرکنڈے اپنی مختلف اقسام کے اعتبار سے قلم واسطی، قلم کلکی اور بردقلم کے نام سے موسوم تھے۔ مُوقلم کے لیے جانوروں کے بال اور خصوصیت کے ساتھ گلہری کی دم کے بال استعمال ہوتے تھے۔ اس سے گلکاری اور طلاکاری کا کام اچھا ہوتا تھا۔ پاکستان میں ایسی بہت سی قلمی کتابیں خصوصاً قرآن مجید کے ایسے بہت سے قدیم نسخے ملتے ہیں جن میں بڑی محنت اور مشاقی کے ساتھ گلکاری و طلاکاری کا کام کیا گیا ہے۔

خط: ہمارے ملک میں جو مخطوطات ملتے ہیں ان میں خط کی بہت سی قسمیں دکھائی دیتی ہیں۔ مخطوطات میں عربی فارسی اور کچھ تھوڑے سے قدیم اُردو زبان کے مخطوطات ہیں۔ عربی کتابیں عموماً خطِ نسخ میں، فارسی کتابیں نستعلیق، خطِ شفیعہ اور خطِ شکستہ میں اور اسی طرح اُردو کے مخطوطات نستعلیق و شکستہ میں ملتے ہیں۔ عنوانات اور سرناموں میں دوسرے خط کے نمونے بھی دکھائی دیتے ہیں، ان میں خطِ ثلث، خطِ ریحان، خطِ گلزار، خطِ طُغرا، خطِ غبار، خطِ مزدوج اور خطِ سرمہ بھی کہیں کہیں مل جاتے ہیں البتہ خطِ رقعیہ، خطِ مغربی اور خطِ ماہی کا کوئی نوشتہ جو پاکستان میں لکھا گیا ہو میری نظر سے نہیں گزرا۔ خطِ دیوانی کی کچھ بگڑی ہوئی شکلیں بعض سرکاری کاغذات میں دکھائی دیتی ہیں لیکن کوئی کتاب یا رسالہ خطِ دیوانی میں لکھا ہوا میں نے نہیں دیکھا ہے۔

پاکستان میں نادرہ مخطوطات (قلمی کتابیں وغیرہ) جمع کرنے یا قومی سطح پر ان کے تحفظ کا کوئی نظم نہ سرکار نے کیا ہے اور نہ کسی بڑی انجمن نے۔ اس لیے یہ تمام ذخیرے مختلف کتب خانوں اور اربابِ ذوق کے شخصی خزانوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ نہ اب تک ان کی کوئی فہرست بنائی گئی ہے اور نہ ان سے لوگوں کو واقفیت حاصل ہے۔ کہیں کہیں تو ان کی حفاظت کا بھی کوئی انتظام نہیں ہے۔ کس مپرسی کی حالت میں پڑے ہیں۔ ان سے گرد جھاڑنے اور انہیں کرم خوردگی سے بچانے کا خیال بھی مالک کو نہیں آتا۔

دیکھیں کہ چمکتا ہُوا رہتا ہے کب تک　　وہ نقش جسے دَورِ زماں میٹ رہا ہے